کتنے اثرات مرتب کیے۔"
اکثر ممتاز شاعروں، ادیبوں سے ان کی دوستی تھی حتیٰ کہ جوش صاحب نے تو ان کو "نباضِ سخن" کا خطاب دیا۔
ایک قول کے مطابق وہ مزاجاً خاکسار، ارادۃً احرار اور طبعاً حریت پسند تھے، مسلم لیگ کے جاگیردارانہ مزاج سے کوسوں دور۔
۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۷ء تک پیپلز پارٹی کا عرصہ اقتدار میر برادران نے ابتلا و آزمائش میں گزارا۔
آخر میں اگرچہ وہ اچھی توقعات کے ساتھ صدر ضیاء الحق کی کابینہ میں شامل ہوئے مگر فروری ۱۹۸۵ء کے الیکشن میں ہارنے کے بعد کنارہ کش ہوگئے۔
میر صاحب کی شخصیت میں خیر کا عنصر غالب دکھائی دیتا ہے، سو ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ ان کی نیکیوں کو زیادہ وزن دے کر قبول کرے اور ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔

اِدھر میاں محمود علی قصوری ایڈووکیٹ کا انتقال ہزاروں دلوں کو ہلا گیا۔ میاں صاحب نہ صرف ایک کامیاب وکیل تھے اور عدالت کے ایوان میں ان کی پُر زور آوازیں جمہوریت، قانون کی حکمرانی اور تحفظِ حقوق کے لیے گونجا کرتی تھیں، بلکہ ان موضوعات سے متعلق سیاسی مقدمات اور نظربندوں کی ہیبیس کارپس کی درخواستوں کے لیے وہ بغیر طلبِ معاوضہ کے اپنی خدمات پیش کیا کرتے تھے۔ اور اس معاملے میں ان کی قانونی لڑائی کسی خاص نظریے یا پارٹی کے لیے مخصوص نہ تھی۔ مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ جماعت سے متعلق ایسے بعض مواقع پر بھی عدالتی میدان میں وہ ہماری طرف سے خم ٹھونک کر اترے۔ اس طرح ہم لوگ بھی دوسرے بہت سے افراد اور گروہوں کی طرح ان کے احسان مند ہیں بہ گویا دستوری اور قانونی لحاظ سے حق کے تحفظ کے لیے معرکہ آرائی تھی۔ اس معاملے میں انہوں نے کسی طرح کے گروہی تعصب کا کبھی مظاہرہ نہیں کیا۔
ان کے سوشل روابط کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ ہر طبقے اور دائرے کے لوگ ان سے